خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 81

Track - 1

27:53

''اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کو نظر لگ جاتی ہے اور کالی مرچوں سے دور ہوجاتی ہے۔

''یہ کالی مرچوں سے کس طرح دور ہوجاتی ہے؟

یہ جو نظر لگنے کا تعلق ہے بزرگوں سے سنا ہے کہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ نظر لگ جاتی ہے اور اس کا توڑ بھی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا تجربہ بھی یہی ہے کہ بچوں کو جب نظر لگتی ہے تو کوئی ٹونہ ٹوٹکا کیا جاتا ہے یا کچھ پڑھ کے دم کیا جاتا ہے جیسے ابھی مرچوں کاذکر آیاہے کچھ صدقہ کردیا جاتا ہے تو اس بچے کے اوپر سے نظر کا اثر ختم ہوجاتا ہے۔ اس سلسلے میں میرا اپنا ذاتی تجربہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ میں بار بار بیمار ہوجاتا تھا اور اس کا پھر علاج ہوتا تھا پھر ٹھیک ہوجاتا تھا۔تو حضور قلندر بابا اولیائؒ نے مجھ سے فرمایا کہ خواجہ صاحب آپ کو اپنی نظر لگ جاتی ہے۔ مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ اپنی نظر سے کیا مطلب ہے۔ فرمایا کہ اپنی نظر بھی آدمی کو لگ جاتی ہے۔ تو یہ تجرباتی اعتبار سے ایسا ایک عمل ہے کہ جس کے بارے میں بہرحال یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نظر نہیں لگتی۔ اور یہ مسلمانوں میں نہیں ہے۔ غیر مسلموں میں بھی نظر کا جو عمل ہے وہ عیسائیوں میں بھی ہے، یہودیوں میں بھی ہے اور ہندوؤں میں بھی ہے۔ تو یہ تو طے ہے کہ نظر لگتی ہے۔ اور یہ تجربہ بھی ہے کہ بھئی بچوں کو جب نظر لگ جاتی ہے تو وہ دودھ پینا چھوڑ دیتے ہیں، بہت زیادہ روتے ہیں اور پھر اللہ کا کلام پڑھ کے کوئی دم درود کیا جائے ، ٹونہ ٹوٹکہ کیا جائے تو بچے رونا چھوڑ دیتے ہیں اسے آرام آجاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ روحانی نقطہ نظر سے نظر کا لگنا کیا چیز ہے۔ کہ نظر لگ گئی بچہ اس سے متاثر ہوا۔ روحانیت کیا کہتی ہے اس سلسلے میں کہ نظر لگنا کیا چیز ہے۔ جب ہم زندگی کے بارے میں سوچ بچار کرتے ہیں تو ہمارے سامنے ایک ہی بات آتی ہے اس سے ہم کسی بھی حال میں انکار نہیں کرسکتے کہ زندگی دراصل خیالات کے اوپر قائم ہے۔ زندگی اطلاعات کے اوپر قائم ہے۔ اس کو آپ انفارمیشن کہہ لیں ، اطلاعات کہہ لیجئے۔ جب تک خیالات انسانی دماغ پر آسمان سے نازل ہوتے رہتے ہیں آدمی حرکت کرتا رہتا ہے۔ اور جب آسمان سے خیالات کا نزول بند ہوجاتا ہے تو آدمی کی حرکت ساکت ہوجاتی ہے۔ جینے اور مرنے کا جو فرق ہے وہ یہی ہے کہ ایک زندہ آدمی کے دماغ میں ہر وقت کوئی نہ کوئی خیال رہتا ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے دماغ میں کوئی خیال نہ ہو، اچھا برا نہیں۔ اچھا بھی ہوگا خیال، برا بھی آئے گا لیکن بغیر خیال کے وہ نہیں رہتا۔

لیکن ایک مردہ آدمی میں خیالات کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ تو اب زندگی کیا ہے۔
زندگی نام ہے خیالات کا یعنی کہیں سے خیالات آئیں تو آپ زندہ ہیں اور اگر آپ
زندہ ہیں تو آپ کے اندر حرکت ہے۔ اگر خیالات کہیں سے نہ آئیں تو آپ مردہ
ہیں۔ اور جب مردہ ہیں تو آپ کے اندر حرکت نہیں ہے۔ یہ بالکل آسان سی
بات ہے۔ اب آپ کہیں کہ صاحب کس طرح سے خیالات سے آدمی کس طرح سے
زندہ ہے۔ زندہ رہنے کے لئے بنیادی ضرورت جو ہے کچھ کھانا کچھ پینا ہے۔ وہ
روٹی کھانا ہو، ڈبل روٹی کھانا ہو، چاول کھانے ہوں، پھل فروٹ کھانا ہو، پانی
پینا ہو، شربت پینا ہو، چائے پینی ہو یا یخنی پینا ہو، بہرحال زندگی کا دارو مدار
کچھ کھانے اور کچھ پینے پر ہے۔ بغیر کھائے آدمی کافی دن زندہ رہ سکتا ہے لیکن
بغیر پئے ، پانی پئے آدمی بہت کم وقت زندہ رہتا ہے، بہت کم زندہ رہتا ہے۔
لیکن یہ بات ہمارے مشاہدے میں ہے، ہمارے تجربے میں ہے کہ جب تک ہمیں
کھانا کھانے کا خیال نہیں آتا ہم کھانا نہیں کھاتے۔ اب کھانا کھانے کے خیال کو ہم
کہتے ہیں جی بھوک لگنا کہ بھوک لگ گئی۔ جب تک ہمیں پانی پینے کا خیال نہیں
آتا یعنی پیاس نہیں لگتی ہم پانی نہیں پی سکتے۔ اسی صورت سے جب تک
ہمیں سونے کا خیال نہیں آتا ہم بستر پر جاکر سوتے نہیں۔ یہ ساری زندگی جو
ہے یہ خیالات کے اوپر قائم ہے۔ اب خیالات میں یا تو پاکیزگی ہوتی ہے۔ اور یا
خیالات میں کثافت ہوتی ہے۔ پاکیزگی سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی صناعی کو
دیکھ کر آدمی خوش ہوتا ہے۔ اور کثافت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر حسد
ہو، اس کے اندر کوئی برائی کا پہلو ہو،یا ذہن کے اندر کوئی ایسی خواہش ہو
جو پوری نہ ہوتی ہو اور دوسرے کے اندر وہ دیکھ کے اس کی تعریف کرنے کے
بجائے لاشعوری طور پر وہ یہ سوچتا ہو کہ یہ چیز میرے پاس موجود ہونی
چاہئے۔ بہرحال یہ خیالات کا ایک سلسلہ ہے۔تو نظر کا قانون یہ ہے کہ کسی
بچے کی طرف دیکھتے ہیں یا بڑے کی طرف دیکھتے ہیں اور وہ ہمیں اچھا لگتا
ہے تو اس میں ایک تو یہ ہے کہ جب وہ ہمیں اچھا لگتا ہے تو ہمارے اندر ایک
تشکر کے جذبات ابھرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے، ایک بچے کو آپ نے دیکھا وہ بہت
اچھا لگتا ہے آپ کہیں سبحان اللہ کیا اللہ نے کیا خوبصورت تصویر بنائی ہے۔ تو
اس سے یہ ہوا کہ آپ کے خیالات میں نور شامل ہوگیا۔ اللہ شامل ہوگیا۔ اور
ایک بچے کو آپ نے بہت خوبصورت دیکھا ، صحت مند دیکھا ، آپ نے کہا صاحب
کتنا اچھا خوبصورت بچہ ہے اور میرا بیٹا تو بہت دبلا پتلا ہے۔ کتنا اس کا اچھا
رنگ، خوبصورت ہے ، میرے بھائی کا ، میرے بیٹے کا رنگ تو کالا ہے۔ تو اس سے
آپ کے خیالات میں کثافت پیدا ہوگئی۔ اب بچہ جو ہے ، بچہ ہو یا بڑا وہ بھی
زندگی خیالات کے اوپر گزار رہا ہے۔ مثلاً حضور قلند ر بابا اولیائؒ نے لوح و قلم
کتاب میں لکھا ہے کہ دیکھنے کی جو طرز ہے وہ یہ ہے کہ ہم تو یہ سمجھ رہے
ہیں کہ ہم سامنے دیکھ رہے ہیں لیکن سامنے تو کوئی چیز ہو تو دیکھ رہے
ہیں۔ سامنے کوئی چیز ہے ہی نہیں سامنے یہ صرف ایک فکشن ہے ، مفروضہ
ہے ، ایک دھوکہ ہے، ہر چیز جو ہم دیکھ رہے ہیں ہمارے اندر ہے۔ یعنی ہر

انسان کے اندر ایک آئینہ لگا ہوا ہے وہ اپنے آئینے کے اندر دوسری چیز کو دیکھ رہا
ہے۔ اب پھر وہی بات آتی ہے کہ جب ہمارے اندر سے روح نکل جاتی ہے جسم
کے اندر سے تو ہم کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ اگر ہم باہر دیکھتے ہوتے تو روح نکلنے
کے بعد بھی ہمیں سب کچھ نظر آتا۔ روح ہمارے اندر ہے اس لئے ہم جو کچھ
دیکھ رہے ہیں وہ اصل میں دیکھ یوں رہے ہیں لیکن صورتحال یہ ہے کہ جو
کچھ ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں وہ عکس جو ہے وہ ہمارے اندر جو آئینہ لگا
ہوا ہے اس کے اندر منتقل ہورہا ہے۔ یعنی ہر چیز ہم اپنے اندر دیکھ رہے ہیں۔
تو اسی صورت سے جب بچہ ہمیں دیکھ رہا ہے وہ بھی ہمیں اپنے اندر دیکھ رہا
ہے۔ تو جب ہم کسی بچے کو دیکھتے ہیں اس نظر سے جس نظرمیں کثافت ہو
یا جس نظر میں بھاری پن ہو یا جس نظر میں احساس محرومی ہو، تو صورت
یہ ہوتی ہے کہ بچہ چونکہ بہت نازک ہوتا ہے آپ نے دیکھا بالکل پھول کی طرح
ہوتا ہے تو جب بچہ آپ کے دیکھنے کو دیکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ
بچہ آپ کو اپنے اندر دیکھ رہا ہے پورا کا پورا۔ چونکہ آپ کے خیالات میں کثافت
پیدا ہوگئی، خرابی پیدا ہوگئی اس لئے بچہ جب آپ کو اپنے اندر دیکھتا ہے اور آپ
کے خیالات کو کثیف دیکھتا ہے توچونکہ بچہ بڑا لطیف ہے اس لئے اس کے اندر
بھاری پن پیدا ہوجاتا ہے۔ جب اس کے اندر بھاری پن پیدا ہوجاتا ہے اسے بتانا تو
اسے آتا نہیں اس کا دماغ بوجھل ہوجاتا ہے اور وہ رونے لگتا ہے۔ پھر آپ اس کے
اندر جو کثافت منتقل ہوگئی بڑے آدمی کے خیالات کی اب ایک طریقے سے مثلاً اب
مرچیں آپ لے لیجئے ایک اماں دادی اماں آئیں انہوں نے سات مرچیں لیں اور ایسے
کرکے اور آگ میں جلادیں۔ یہ عمل بھی بچے کے اندر ہی ہوا۔ اب بچے نے یہ دیکھا
کہ دادی اماں نہایت پیار سے شفقت سے محبت سے آئیں اور انہوں نے میری
تکلیف کو محسوس کیا اور اس تکلیف کو ختم کرنے کے لئے میرے اوپر سے مرچیں
اتاریں۔ یہ بچہ اپنے اندر دیکھ رہا ہے۔ اس سے وہ جو بھاری پن ہے وہ ختم
ہوجاتا ہے۔ یہ ایک اصول ہے کہ کوئی آدمی باہر کچھ نہیں دیکھ رہا ہے۔ ہر
آدمی اپنے اندر دیکھ رہا ہے۔ سمجھ یہ رہا ہے کہ میں باہر دیکھ رہا ہوں۔ باہر
کچھ بھی نہیں ہے۔ خواجہ غریب نواز کا ایک واقعہ بڑا عجیب و غریب میں نے
پڑھا۔ ایک جوگی ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے وہاں بیٹھ کے مراقبہ کیا۔
مراقبہ کرنے کے بعد جو اس نے آنکھیں کھولیں بہت خوش ہوا، بہت خوش ہوا۔
اور یہ کہاصاحب واہ کیا رام لیلا ہے۔ کتنا حسن ہے اندر، کتنی روشنی ہے اندر،
جگمگ سارا عالم ہے آپ کے اندر۔خواجہ صاحب سنتے رہے۔ اس نے کہا لیکن پھر
چپ ہوگیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا لیکن کیا بات پوری کرو۔ تو اس جوگی نے
کہا کہ صاحب کیا بات کروں آپ پورے نور کے بنے ہوئے ہیں، روشنی کے بنے ہوئے
ہیں۔ لیکن آپ کے دل میں ایک سیاہ دھبہ اور داغ ہے۔ وہ مجھے بہت برا لگتا
ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔ جوتو نے دیکھا وہ صحیح دیکھا۔
اس نے کہا صاحب کیا یہ دور نہیں ہوسکتا۔ یہ دھبہ اور داغ۔ خواجہ غریب نواز
نے فرمایا یہ دور ہوسکتا ہے۔اگر تو چاہے تو۔ اس نے کہا صاحب مجھے بتائیں

میں تو سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ بھئی تو اپنی مرضی سے
رضا و رغبت سے میرے کہنے سے نہیں تو کلمہ پڑھ لے۔ صاحب اس نے کہا جی
کلمہ پڑھنے سے یہ میرے تمہارے دل کے اندر جو سیاہ دھبہ ہے وہ ختم ہوجائے
گا۔ کہنے لگے ہاں ختم ہوجائے گا۔ کہنے لگا آپ مجھے بتائیں۔ وہ کلمہ پڑھایا لا
الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسلام کی تعلیمات جو بھی تھیں وہ اس کو
سکھائیں۔ وضو وضو کرائی نماز وماز پڑھائی جو ہوتا ہے شروع میں۔ اس کے
بعد خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اب پھر سے مراقبہ کرو۔ اب جو اس نے مراقبہ
کیا تو وہاں تو کوئی دھبہ نہیں تھا، کوئی داغ نہیں تھا۔ وہ بڑا پریشان ہوا۔
صاحب یہ کیا بات ہوئی صاحب کہ آپ کے دل میں دھبہ سیاہ اور میرے مسلمان
ہونے سے وہ ختم ہوگیا یہ چکر کیا ہے۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھو
قانون یہ ہے روحانیت کا کہ کوئی آدمی باہر نہیں دیکھتا ہر آدمی اپنے اندر دیکھتا
ہے۔ تو جب تو نے مراقبہ کیا اور مجھے دیکھا تو دراصل میری تصویر کو تو نے اپنے
دل میں دیکھا۔ اپنے دل کے آئینے میں دیکھا۔ اب چونکہ تو مسلمان نہیں تھا اس
لئے تیرے دل میں جو سیاہ داغ تھا وہ میرے دل میں تجھے نظر آیا۔ اب جب تم نے
کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہوگئے تو تیرے دل سے وہ جو مسلمان نہ ہونے کی وجہ
سے ایک سیاہی تھی وہ دھل گئی۔ تمہارے دل کا آئینہ شفاف ہوگیا۔ اب جب تو
نے مجھے دیکھا تیرے دل میں دھبہ ہے ہی نہیں تو میرے اندر بھی تجھے دھبہ نظر
نہیں آیا۔ تو قانون یہ ہے کہ کوئی چیز آدمی باہر نہیں دیکھتا اندر دیکھتا ہے۔
اس میں قرآن پاک کی ایک آیت مجھے یاد آئی سنریھم آیتنا فی الافاق ... اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے نشانیاں بکھیر دیں آفاق میں کائنات میںدیکھنے کے لئے
تمہارے تاکہ تم اسے دیکھو۔ پھرآگے فرماتے ہیں و فی انفسکم افلا تبصرون۔ میں
تو تمہارے اندر ہوں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں و فی انفسکم میں تمہارے اندر ہوں ...
افلا تبصرون ... تم دیکھتے کیوں نہیں ہو۔ اب ہم اللہ کو عرش پر دیکھ رہے
ہیں، آسمانوں پہ دیکھ رہے ہیں۔ سات آسمان ہیں ، پھر عرش ہے اس میں اللہ
ہے۔ ایسا ہے۔ لیکن وہ سات آسمان اور عرش بھی اوپر نہیں ہے وہ بھی ہمارے
اندر ہے۔ و فی انفسکم افلا تبصرون... میں تمہارے اندر ہوں تم مجھے دیکھتے
کیوں نہیں ہو۔ تو قانون یہ بنا کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ باہر نہیں دیکھتے۔
اندر دیکھ رہے ہیں۔ سمجھ یہ رہے ہیں کہ باہر دیکھ رہے ہیں۔ مثال کے طور
پر اب آپ فلم دیکھتے ہیں۔ فلم آپ دیکھتے ہیں۔ ایک فلم کے اندر نقش و نگار
ہیں۔ درخت بھی اس میں ہے، اس میں دریا بھی بنا ہوا ہے، اس میں آدمی بھی
بنا ہوا ہے۔ آدمی کھیل بھی رہا ہے۔ کود بھی رہا ہے۔ رو بھی رہا ہے۔ لڑ بھی
رہا ہے۔ وہ فلم پروجیکٹر کے اوپر چڑھا دی جاتی ہے۔ وہاں سے اس کو لائٹ
سے فیڈ کیا جاتا ہے۔ پروجیکٹر سے۔ وہ فلم کے اوپر جو نقش و نگار ہے وہ
روشنیوں میں تبدیل ہوکر اسکرینوں پہ جاکے پڑتے ہیں۔ آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا
سنیما میں وہ لہریں اس طرح اس طرح تو اب سوال یہ ہے کہ جو آپ
چیز اسکرین پر دیکھ رہے ہیں وہ کیا دیکھ رہے ہیں۔ وہ آپ اسکرین پر تصویر

تو دیکھ رہے ہیں لیکن فلم کے اندر جو چیز موجود ہے وہ دیکھ رہے ہیں۔ اگر
فلم کے اوپر نقش و نگار نہ ہو ، خالی فلم ہو تو آپ اس فلم کو کچھ نہیں دیکھ
سکتے۔ تو یہ کائناتی جو سسٹم اللہ نے بنایا ہے وہ یہی ہے کہ کوئی چیز باہر
نہیں ہے سب چیز آدمی کے اندر ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ... نحن
اقرب الیہ من حبل الورید... کہ میں تمہاری رگ جان سے زیادہ قریب ہوں۔ جان
اندر ہوتی ہے یا باہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں تو تمہاری جان سے
بھی زیادہ قریب ہوں۔ تو یہ جو دیکھنا کا ایک زاویہ ہے وہ دو قسم کے زاویے
ہیں ایک یہ ہے کہ مادی اعتبار سے اگر آپ دیکھنے کی تشریح کریں تو چونکہ ہم
قانون سے واقف نہیں ہیں اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم باہر دیکھ رہے ہیں۔
اب اندھے لوگ باہر نہیں دیکھتے۔ اس لئے نہیں دیکھتے کہ وہ عکس جو ہے
عکس وہ آنکھوں کے ذریعے دماغ کے اندر منتقل نہیں ہوتا اسکرین پر وہ ڈسپلے
نہیں ہوتا اس لئے وہ نہیں دیکھ سکتا۔ تو اب روحانیت کے نقطہء نظر سے جو
کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اندر دیکھ رہے ہیں باہر نہیں دیکھ رہے ہیں۔ یہی وجہ
ہے کہ جتنے بھی روحانی لوگ ہیں وہ اس بات کی پریکٹس کراتے ہیں کہ آپ
بھی اپنے اندر دیکھیں۔ کیا ہے اپنے من میں ڈوب کے پاجا سراغ زندگی ۔ یہ ہے نہ
تو اگر میرا نہیں بنتا تو اقبال کا ...اپنے من میں ڈوب کے پاجا سراغ زندگی
نہ بن اپنا تو بن۔ تو جب تک کوئی آدمی اپنے انر سے واقفیت حاصل نہیں کرے گا۔
اس وقت تک وہ یہ سمجھتا رہے گا کہ وہ باہر دیکھ رہا ہے۔ حالانکہ وہ باہر
نہیں دیکھ رہا ہے۔ تو نظر کا قانون یہ بنا کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو
بصارت دی ہے ۔ اچھا سماعت کا بھی یہی حال ہے۔ سنتا بھی آدمی اند ر ہی
ہے۔ ایک دفعہ مجھے حضور قلندر بابا نے مراقبے کے لئے اسباق میں پڑھ رہا تھا تو
اس میں انہوں نے فرمایا کہ اب تم ایسا کرو روئی لو روئی ۔ روئی کو پوری
طرح کانوں میں ٹھونس لو اس طرح کہ باہر سے کسی قسم کی آواز نہ آئے۔ اب
میں نے اسے ٹھونس کر مراقبہ کیا۔ آپ یقین کریں ایسا لگ رہا تھا جیسے میرے
دماغ میں ہتھوڑے برس رہے ہیں دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑ دھڑے مشینوں
کی آواز ، گاڑیوں کی آوازے اب میں نے کہا صاحب یہ کیا کانوں میں میرے روئی
لگی ہوئی ہے باہر سے آواز نہیں آرہی ہے دماغ میں یہ میرے کیا ٹوٹ پھوٹ
ہورہی ہے۔ اور میں نے وہ گھبرا کے وہ روئی نکال لیا۔ اتنی آوازیں کان میں پڑ
رہی تھیں۔ صبح کو جب میں نے عرض کیا کہ صاحب یہ تجربہ، انہوں نے کہا
خواجہ صاحب جس طرح آدمی اندر دیکھتا ہے اسی طرح آدمی اندر سنتا بھی
ہے۔ اس کوبھی قرآن پاک کے حساب سے اگر ہم سمجھنے کی کوشش کریں ۔
اللہ تعالیٰ نے کن کہا کہ ساری کائنات بنادی۔ یہ بات میں بہت دفعہ عرض
کرچکا ہوں۔ لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جب تک اسے بار بار دہرایا نہ جائے
وہ دماغ میں نہیں بیٹھتی۔ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات بنادی۔ کن کہا کہ ساری
کائنات بنادی۔ اب کائنات تو بن گئی۔ انسان تو بن گیا۔ لیکن اسے اب نہ بولنا آتا
ہے، نہ اسے دیکھنا آتا ہے، نہ اسے سننا آتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے کن کے بعد جو

دوسرا مرحلہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو مخاطب کیا یا انسانوں کو
مخاطب کیا اور کہا الست بربکم۔ پہلے تو کن کہہ دیا۔ ساری کائنات بن گئی۔
لیکن اب وہ کائنات جو ہے یا انسان جو ہے اسے نہ سننا آتا ہے ، نہ دیکھنا آتا ہے ،
نہ سمجھنا آتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر شعور ڈالنے کے لئے ، نظر ڈالنے
کے لئے ، سماعت منتقل کرنے کے لئے انسان کو مخاطب کیا اور کہا ... الست
بربکم ۔ میں تمہارا رب ہوں۔ روحوں نے ، روحیں تھیں وہاںجسم تو تھا نہیں اس
وقت۔ جسم تو یہاں آکے ہوا نہ۔ روحوں نے سنی آواز اللہ کی۔ جب اللہ نے کہا
الست بربکم۔ روحوں نے اللہ کی آواز سنی۔ تو جیسے ہی روحوں نے اللہ کی
آواز سنی تو اب ظاہر ہے یہ فطری بات ہے کہ میں کسی صاحب کو آواز دوں
حضرت صاحب! تو وہ ظاہر ہے پیچھے مڑ کے دیکھے گا آواز کس نے دی۔ تو جب
روحوں نے آواز کو سن کر اس طرف متوجہ ہوئی تو اس نے یہ دیکھا وہاں اللہ
میاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ میاں خود مخاطب ہیں کہ میں تمہارا رب ہوں۔ آواز
سن کے روحیں ساری متوجہ ہوئیں۔اور انہوں نے خدا کو دیکھ لیا۔ اور جب خدا
کو دیکھ لیا تو اب انہوں نے کہا ... قالوا بلیٰ ... کہ جی ہاں ہم اس بات کا عہد
کرتے ہیں ، اقرار کرتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ
پہلی نظر روح کو حاصل ہوئی۔ پہلی سماعت جو روح کو حاصل ہوئی وہ اللہ
تعالیٰ کی آواز تھی۔ اور جو کچھ روح نے آنکھ سے دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا وہ
بھی روحوں نے دیکھا۔ اب ہم جس طرح بھی بہت لمبا پروسس ہے بات لمبی
ہوجائے گی جب ہم اس دنیا میں آگئے جسمانی گوشت پوست کے ساتھ اس دنیا
میں آگئے تو اب جو کچھ دیکھ رہی ہے وہ ہماری روح دیکھ رہی ہے۔ اور جو
کچھ سن رہی ہے وہ ہماری روح سن رہی ہے۔ اس لئے کہ روح وہاں دیکھ بھی
چکی ہے، وہاں آواز بھی سن چکی ہے۔ اور روح اندر ہے، روح باہر نہیں ہے۔
جب روح اس جسم سے اپنا رشتہ منقطع کرلیتی ہے اب جسم نہ سن سکتا ہے،
نہ دیکھ سکتا ہے، نہ اس کے آپ ٹکڑے ٹکڑے کردیں نہ وہ کسی قسم کا احتجاج
کرسکتا ہے۔ تو قانون یہ بنا کہ ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ ہم نہیں دیکھ
رہے ہیں ہماری روح دیکھ رہی ہے۔ جو کچھ ہم سن رہے ہیں ہم نہیں سن
رہے ہیں وہ ہماری روح سن رہی ہے۔ بلکہ یہ جو گوشت پوست کے کان ہیں
یہ ایک ذریعہ بن رہے ہیں روح کے لئے ۔ روح نے ایک ذریعہ بنایا ۔ اس گوشت
پوست کے جسم کو سننے کا ایک ذریعہ بنایا۔ اور روح نے دیکھنے کے لئے اس جسم
کو ایک ذریعہ بنایا۔ اور جب تک روح نے اس جسم کو دیکھنے کا ذریعہ بنایا جسم
دیکھتا رہا۔ اور جب روح نے اس جسم کو چھوڑ دیا ، پھینک دیا ، ڈیڈ باڈی ہوگئے
آدمی دیکھنا سننا چھوڑ دیتا ہے۔ جب تک روح نے اس جسم کو میڈیم بنا کر آواز
سننی چاہی جسم کے ذریعے آپ نے اندر آواز منتقل ہوتی رہی۔ اور جب روح نے
اس جسم سے رشتہ منقطع کردیا اب آپ وہاں جہاں مردہ لیٹا ہوا ہے ڈھول
بجائیے کچھ نہیں ہوتا۔ اب آپ وہاں آہستگی سے بولئے کچھ نہیں، زور سے بولئے
کچھ بھی نہیں۔ تو اب کسی بھی صورت سے آپ زندگی کا تجزیہ کریں تو بات

ایک ہی ہے یہ جسمانی گوشت پوست جو ہے یہ تابع ہے روح کے۔ اس کی ہر
حرکت روح کے تابع ہے۔ چلنا بھی روح کے تابع ہے۔ دیکھنا بھی روح کے تابع ہے۔
سننا بھی روح کے تابع ہے۔ اور روح جو ہے وہ اندر ہوتی ہے باہر نہیں ہوتی
ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ اندر دیکھتے ہیں۔ جو کچھ سنتے
ہیں وہ اندر سنتے ہیں۔ اور جتنی حرکات و سکنات اس جسم کی ہے وہ اس لئے
ہے کہ ہمارے اندر جو روح ہے وہ اس جسم کو حرکت دینا چاہتی ہے۔ اور جب
وہ اس جسم کو حرکت دینا نہیں چاہتی تو آپ بالکل ڈیڈ باڈی ہیں۔ دیکھئے نہ
اب یہ پوسٹ مارٹم ہوتا ہے۔ ہاتھ بھی کاٹ دیتے ہیں، پیٹ بھی کاٹ دیتے ہیں،
کھوپڑی کے بیچ میں سے بھیجہ بھی نکال لیتے ہیں۔ اس جسم کو خبر ہی نہیں
ہوتی ہ ہڈیاں الگ الگ کرکے بیچ دیتے ہیں۔ کیوں؟ بات وہی ہے کہ سننے کا
عمل ، دیکھنے کا عمل ، تکلیف محسوس کرنے کا عمل ، خوش ہونے کا عمل ،
حرکت کا عمل سب جو ہے وہ روح کے تابع ہے۔ جب تک روح ہے ہمارے اندر
حرکت بھی ہے۔ اور جب روح نہیں ہے تو ہمارے اندر نہ حرکت ہے ، ہمارے اندر
نہ نظر ہے ، ہمارے اندر نہ سماعت ہے، ہمارے اندر نہ نطق ہے بولنا ہے۔ ہمارے
اندر نہ لمس ہے ، چھونا ہے۔ تو یہ نظر کا قانون آپ کے سامنے آگیا۔ اب بچے جو
ہیں ، چھوٹے بچے ، چھوٹے بچے چونکہ ابھی شعوری دنیا میں داخل نہیں ہوتے ،
شعوری دنیا میں تو وہ داخل ہوتے ہیں جاکے سترہ اٹھارہ سال کی عمر میںصحیح
معنوں میں۔ ورنہ عقل ہوش تو سات آٹھ سال میں آجاتے ہیں لیکن صحیح
معنوں میں جب وہ بالغ ہوجاتے ہیں تب انہیں کہتے ہیں کہ بھئی بچہ اب باشعور
ہوگیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اٹھارہ سال تک بچہ جو ہے وہ شعوری
اعتبار سے کم حرکت کرتا ہے اور لاشعوری اعتبار سے زیادہ حرکت کرتا ہے۔ اور
بہت چھوٹا بچہ آپ نے دیکھا ہوگا پانچ چھ مہینے کے بچے لیٹے ہوئے ہیں پڑے ہوئے
ہنس رہے ہیں۔ اچھا سو رہے ہیں معلوم ہوتا ہے منہ ایسا بنا رہے ہیں جیسے
ڈر گئے خوف زدہ ہوگئے۔ تو اگر وہ خواب میں کوئی چیز نہیں دیکھ رہے ہیں تو
ہنس کیوں رہے ہیں۔ اچھا کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے سو ئے ہوئے بھی نہیں ہوتے۔
کھیل رہے ہیں کلکاریاں بھر رہے ہیں اور ایک دم رونے لگ جاتے ہیں۔ اور کئی
دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ بالکل اکیلا بچہ پڑا ہو ا ہے ٹانگیں چلا رہا ہے کھیل رہا
ہے، خوش ہورہا ہے۔ اور جناب ایک دم ہنس پڑتا ہے۔ کلکاریاں بھرتا ہے۔ سارے
گھر والے متوجہ ہوجاتے ہیں کہ بھئی یہ ہنس کیوں رہا ہے۔ آس پاس کوئی ہوتا
بھی نہیں ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچہ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس
کے اندر شعور نہیں ہے۔ لیکن اس کے اندر شعور اتنا ہے کہ وہ کسی چیز کو
دیکھ رہا ہے تو خوش ہورہا ہے اگر خوش ہونے کی چیز ہے۔ اگر اسے کوئی چیز
ڈراؤنی نظر آرہی ہے تو وہ ڈر بھی رہا ہے، رو بھی رہا ہے۔ تو جب کوئی آدمی
اچھی نظر سے کسی بچے کو نہیں دیکھتا چونکہ وہ قانون کے مطابق وہ پورا کا
پورا آدمی اس بچے کے اندر ہوتا ہے تو بچے کا لاشعور جو ہے وہ محسوس
کرلیتا ہے۔ اور جب بچے کا لاشعور محسوس کرلیتا ہے وہ متاثر ہوتا ہے۔ اور

متاثر ہونے سے اس کے شعور کے اوپر اثر پڑتا ہے۔ اور پھر وہ بے چین اور پریشان ہوتا ہے۔ اور جیسے ہی کسی عمل کے ذریعے اس بچے کے لاشعور میں پھر یہ بات آجاتی ہے کہ یہ جو ناگوار نظر میرے اوپر پڑی تھی ، یہ جو کثیف نظر میرے اوپر پڑی تھی اب یہ وہاں سے ہٹ گئی ہے۔ تو نظر کا اثر ختم ہوجاتا ہے۔اور بچہ مطمئن ہوجاتا ہے۔

★★★★★